وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ﴿١٣﴾

اور ہمارے ہی ہاتھ آخرت اور دنیا ہے۔[۱] (۱۳)

فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ﴿١٤﴾

میں نے تو تمہیں شعلے مارتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا ہے۔(۱۴)

لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ﴿١٥﴾

جس میں صرف وہی بد بخت داخل ہو گا۔(۱۵)

الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٦﴾

جس نے جھٹلایا اور (اس کی پیروی سے) منہ پھیر لیا۔[۲] (۱۶)

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾

اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہو گا۔[۳] (۱۷)

الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾

جو پاکی حاصل کرنے کے لیے اپنا مال دیتا ہے۔[۴] (۱۸)

وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ﴿١٩﴾

کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو۔[۵] (۱۹)

إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٠﴾

بلکہ صرف اپنے پروردگار بزرگ و بلند کی رضا چاہنے کے لیے۔[۶] (۲۰)

---

(۱) یعنی دونوں کے مالک ہم ہی ہیں' ان میں جس طرح چاہیں تصرف کریں اس لیے ان دونوں کے یا ان میں سے کسی ایک کے طالب ہم سے ہی مانگیں کیوں کہ ہر طالب کو ہم ہی اپنی مشیت کے مطابق دیتے ہیں۔

(۲) اس آیت سے مرجئہ فرقے نے (جو ایک باطل فرقہ گزرا ہے) استدلال کیا ہے کہ جہنم میں صرف کافر ہی جائیں گے۔ کوئی مسلمان چاہے کتنا ہی گناہ گار ہو' وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ لیکن یہ عقیدہ ان نصوص صریحہ کے خلاف ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مسلمان بھی' جن کو اللہ تعالیٰ کچھ سزا دینا چاہے گا' کچھ عرصے کے لیے جہنم میں جائیں گے' پھروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' ملائکہ اور دیگر صالحین کی شفاعت سے نکال لیے جائیں گے' یہاں حصر کے انداز میں جو کہا گیا ہے' اس کا مطلب ہے کہ جو لوگ پکے کافر اور نہایت بد بخت ہیں' جہنم دراصل ان ہی کے لیے بنائی گئی ہے' جس میں وہ لازمی اور حتمی طور پر اور ہمیشہ کے لیے داخل ہوں گے۔ اگر کچھ نافرمان قسم کے مسلمان جہنم میں جائیں گے تو وہ لازمی اور حتمی طور پر اور ہمیشہ کے لیے نہیں جائیں گے' بلکہ بطور سزا ان کا یہ دخول عارضی ہو گا۔ (فتح القدیر)

(۳) یعنی جہنم سے دور رہے گا اور جنت میں داخل ہو گا۔

(۴) یعنی جو اپنا مال اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرتا ہے تاکہ اس کا نفس بھی اور اس کا مال بھی پاک ہو جائے۔

(۵) یعنی بدلہ اتارنے کے لیے خرچ نہ کرتا ہو۔

(۶) بلکہ اخلاص سے اللہ کی رضا اور جنت میں اس کے دیدار کے لیے خرچ کرتا ہے۔

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿٢١﴾

یقیناً وہ (اللہ بھی) عنقریب رضامند ہو جائے گا۔[1] (۲۱)

سُوْرَةُ الضُّحٰى

سورۂ ضحیٰ مکی ہے اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالضُّحٰى ﴿١﴾

قسم ہے چاشت کے وقت کی۔[2] (۱)

وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿٢﴾

اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے۔[3] (۲)

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿٣﴾

نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ بیزار ہو گیا ہے۔[4] (۳)

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿٤﴾

یقیناً تیرے لیے انجام آغاز سے بہتر ہو گا۔[5] (۴)

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿٥﴾

تجھے تیرا رب بہت جلد (انعام) دے گا اور تو راضی (و خوش) ہو جائے گا۔[6] (۵)

---

(۱) یا وہ راضی ہو جائے گا' یعنی جو شخص ان صفات کا حامل ہو گا' اللہ تعالیٰ اسے جنت کی نعمتیں اور عزت و شرف عطا فرمائے گا' جس سے وہ راضی ہو جائے گا۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے بلکہ بعض نے اجماع تک نقل کیا ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ تاہم معنی و مفہوم کے اعتبار سے یہ عام ہیں' جو بھی ان صفات عالیہ سے متصف ہو گا' وہ بارگاہ الٰہی میں ان کا مصداق قرار پائے گا۔

☆- ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے دو تین راتیں آپ نے قیام نہیں فرمایا' ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) معلوم ہوتا ہے کہ تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے' دو تین راتوں سے میں دیکھ رہی ہوں کہ وہ تیرے قریب نہیں آیا۔ جس پر اللہ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ (صحیح البخاری' تفسیر سورة الضحیٰ) یہ عورت ابولہب کی بیوی ام جمیل تھی۔ (فتح الباری)

(۲) چاشت (ضُحًی) اس وقت کو کہتے ہیں' جب سورج بلند ہوتا ہے۔ یہاں مراد پورا دن ہے۔

(۳) سَجٰی کے معنی ہیں سَکَنَ' جب ساکن ہو جائے' یعنی جب اندھیرا مکمل چھا جائے' کیونکہ اس وقت ہر چیز ساکن ہو جاتی ہے۔

(۴) جیسا کہ کافر سمجھ رہے ہیں۔

(۵) یا آخرت دنیا سے بہتر ہے۔ دونوں مفہوم معانی کے اعتبار سے صحیح ہیں۔

(۶) اس سے دنیا کی فتوحات اور آخرت کا اجر و ثواب مراد ہے۔ اس میں وہ حق شفاعت بھی داخل ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ﴿٦﴾
وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ﴿٧﴾
وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ﴿٨﴾
فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿٩﴾
وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿١٠﴾
وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿١١﴾

کیا اس نے تجھے یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ (۱) (۶)
اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں (۲) دی۔ (۷)
اور تجھے نادار پا کر تونگر نہیں بنا دیا؟ (۳) (۸)
پس یتیم پر تو بھی سختی نہ کیا کر۔ (۴) (۹)
اور نہ سوال کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ۔ (۵) (۱۰)
اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ۔ (۶) (۱۱)

سُورَةُ الشَّرْح

سورۂ الم نشرح مکی ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾

کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔ (۷) (۱)

اپنی امت کے گناہ گاروں کے لیے ملے گا۔

(۱) یعنی باپ کے سہارے سے بھی تو محروم تھا' ہم نے تیری دست گیری اور چارہ سازی کی۔

(۲) یعنی تجھے دین شریعت اور ایمان کا پتہ نہیں تھا' ہم نے تجھے راہ یاب کیا' نبوت سے نوازا اور کتاب نازل کی' ورنہ اس سے قبل تو ہدایت کے لیے سرگرداں تھا۔

(۳) تونگر کا مطلب ہے' اپنے سوا تجھ کو ہر ایک سے بے نیاز کر دیا' پس تو فقر میں صابر اور غنا میں شاکر رہا۔ جیسے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرمان ہے کہ ''تونگری' سازو سامان کی کثرت کا نام نہیں ہے' اصل تونگری دل کی تونگری ہے۔ (صحیح مسلم' کتاب الزکوٰۃ' باب لیس الغنیٰ عن کثرۃ العرض)

(۴) بلکہ اس کے ساتھ نرمی و احسان کا معاملہ کر۔

(۵) یعنی اس سے سختی اور تکبر نہ کر' نہ درشت اور تلخ لہجہ اختیار کر۔ بلکہ جواب بھی دینا ہو تو پیار اور محبت سے دو۔

(۶) یعنی اللہ نے تجھ پر جو احسانات کیے ہیں' مثلاً ہدایت اور رسالت و نبوت سے نوازا' یتیمی کے باوجود تیری کفالت و سرپرستی کا انتظام کیا' تجھے قناعت و تونگری عطا کی وغیرہ۔ انہیں جذبات تشکر و ممنونیت کے ساتھ بیان کرتا رہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے انعامات کا تذکرہ اور ان کا اظہار اللہ کو پسند ہے لیکن تکبر اور فخر کے طور پر نہیں بلکہ اللہ کے فضل و کرم اور اس کے احسان سے زیر بار ہوتے ہوئے اور اس کی قدرت و طاقت سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ ہمیں ان نعمتوں سے محروم نہ کر دے۔

(۷) گزشتہ سورت میں تین انعامات کا ذکر تھا' اس سورت میں مزید تین احسانات جتلائے جا رہے ہیں۔ سینہ کھول دینا'

وَوَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ۝٢ اور تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا۔(۱) (۲)

الَّذِيٓ أَنقَضَ ظَهۡرَكَ ۝٣ جس نے تیری پیٹھ توڑ دی تھی۔(۳)

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ۝٤ اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔(۲) (۴)

فَإِنَّ مَعَ ٱلۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝٥ پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔(۵)

إِنَّ مَعَ ٱلۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝٦ بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔(۳) (۶)

ان میں پہلا ہے۔ اس کا مطلب ہے سینے کا منور اور فراخ ہو جانا' تاکہ حق واضح بھی ہو جائے اور دل میں سما بھی جائے۔ اسی مفہوم میں قرآن کریم کی یہ آیت ہے ﴿فَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ أَن يَهۡدِيَهُۥ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهُۥ لِلۡإِسۡلَٰمِ﴾ (سورة الأنعام' ۱۲۵) "جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازنے کا ارادہ کرے' اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے"۔ یعنی وہ اسلام کو دین حق کے طور پر پہچان بھی لیتا ہے اور اسے قبول بھی کر لیتا ہے۔ اس شرح صدر میں وہ شق صدر بھی آجاتا ہے جو معتبر روایات کی رو سے دو مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا گیا۔ ایک مرتبہ بچپن میں' جب کہ آپ ﷺ عمر کے چوتھے سال میں تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کا دل چیرا اور اس سے وہ حصہ شیطانی نکال دیا جو ہر انسان کے اندر ہے' پھر اسے دھو کر بند کر دیا' (صحیح مسلم' کتاب الإیمان' باب الإسراء) دوسری مرتبہ معراج کے موقعے پر۔ اس موقعے پر آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کر کے دل نکالا گیا' اسے آب زمزم سے دھو کر اپنی جگہ رکھ دیا گیا اور اسے ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا۔ (صحیحین' أبواب المعراج وکتاب الصلوٰۃ)

(۱) یہ بوجھ نبوت سے قبل چالیس سالہ دور زندگی سے متعلق ہے۔ اس دور میں اگرچہ اللہ نے آپ ﷺ کو گناہوں سے محفوظ رکھا' کسی بت کے سامنے آپ ﷺ سجدہ ریز نہیں ہوئے' کبھی شراب نوشی نہیں کی اور بھی دیگر برائیوں سے دامن کش رہے' تاہم معروف معنوں میں اللہ کی عبادت واطاعت کا نہ آپ ﷺ کو علم تھا نہ آپ ﷺ نے کی۔ اس لیے آپ ﷺ کے دل و دماغ پر اس چالیس سالہ عدم عبادت و عدم اطاعت کا بوجھ تھا' جو حقیقت میں تو نہیں تھا' لیکن آپ ﷺ کے احساس و شعور نے اسے بوجھ بنا رکھا تھا۔ اللہ نے اسے اتار دینے کا اعلان فرما کر آپ ﷺ پر احسان فرمایا۔ یہ گویا وہی مفہوم ہے جو ﴿لِّيَغۡفِرَ لَكَ ٱللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (سورة الفتح) کا ہے۔ بعض کہتے ہیں' یہ نبوت کا بوجھ تھا' جسے اللہ نے ہلکا کر دیا' یعنی اس راہ کی مشکلات برداشت کرنے کا حوصلہ اور تبلیغ و دعوت میں آسانیاں پیدا فرما دیں۔

(۲) یعنی جہاں اللہ کا نام آتا ہے وہیں آپ ﷺ کا نام بھی آتا ہے۔ مثلاً اذان' نماز اور دیگر بہت سے مقامات پر' گزشتہ کتابوں میں آپ ﷺ کا تذکرہ اور صفات کی تفصیل ہے' فرشتوں میں آپ ﷺ کا ذکر خیر ہے' آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت قرار دیا اور اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا' وغیرہ۔

(۳) یہ آپ ﷺ کے لیے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے خوشخبری ہے کہ تم اسلام کی راہ میں جو تکلیفیں برداشت کر رہے ہو تو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد ہی اللہ تمہیں فراغت و آسانی سے نوازے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا' جسے

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۞۷
وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۞۸

سُوْرَةُ التِّيْنِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۞۱
وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۞۲
وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۞۳
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۞۴

پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر۔[۱] (۷)
اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا۔[۲] (۸)

سورۂ تین مکی ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔
قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی۔(۱)
اور طور سینین کی۔[۳] (۲)
اور اس امن والے شہر کی۔[۴] (۳)
یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔[۵] (۴)

ساری دنیا جانتی ہے۔

(۱) یعنی نماز سے' یا تبلیغ سے یا جہاد سے' تو دعا میں محنت کر' یا اتنی عبادت کر کہ تو تھک جائے۔

(۲) یعنی اسی سے جنت کی امید رکھ' اسی سے اپنی حاجتیں طلب کر اور تمام معاملات میں اسی پر اعتماد اور بھروسہ رکھ۔

(۳) یہ وہی کوہ طور ہے جہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا تھا۔

(۴) اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے' جس میں قتال کی اجازت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جو اس میں داخل ہو جائے' اسے بھی امن حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ دراصل تین مقامات کی قسم ہے' جن میں سے ہر ایک جگہ میں جلیل القدر' صاحب شریعت پیغمبر مبعوث ہوا۔ انجیر اور زیتون سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں اس کی پیداوار ہے اور وہ ہے بیت المقدس' جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر بن کر آئے۔ طور سینا یا سینین پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی اور شہر مکہ میں سید الرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ (ابن کثیر)

(۵) یہ جواب قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ اس کا منہ نیچے کو جھکا ہوا ہے صرف انسان کو دراز قامت' سیدھا بنایا ہے جو اپنے ہاتھوں سے کھاتا پیتا ہے۔ پھر اس کے اعضا کو نہایت تناسب کے ساتھ بنایا' ان میں جانوروں کی طرح بے ڈھنگا پن نہیں ہے۔ ہر اہم عضو دو دو بنائے اور ان میں نہایت مناسب فاصلہ رکھا' پھر اس میں عقل و تدبر' فہم و حکمت اور سمع و بصر کی قوتیں ودیعت کیں' جو دراصل یہ انسان اللہ کی قدرت کا مظہر اور اس کا پرتو ہے۔ بعض علما نے اس حدیث کو بھی اسی معنی و مفہوم پر محمول کیا ہے' جس میں ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ (مسلم' كتاب البر والصلة والآداب) "اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا" انسان کی پیدائش میں ان تمام چیزوں کا اہتمام ہی احسن تقویم ہے' جس کا ذکر اللہ نے تین قسموں کے بعد فرمایا۔ (فتح القدیر)

ثُمَّ رَدَدْنَٰهُ أَسْفَلَ سَٰفِلِينَ ﴿٥﴾

پھر اسے نیچوں سے نیچا کر دیا۔[1] (۵)

إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٦﴾

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور (پھر) نیک عمل کیے تو ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔[2] (۶)

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِٱلدِّينِ ﴿٧﴾

پس تجھے اب روز جزا کے جھٹلانے پر کون سی چیز آمادہ کرتی ہے۔[3] (۷)

أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِأَحْكَمِ ٱلْحَٰكِمِينَ ﴿٨﴾

کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے۔[4] (۸)

سُورَةُ العَلَق

سورۂ علق مکی ہے اور اس میں انیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلَّذِى خَلَقَ ﴿١﴾

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔[5] (۱)

---

(۱) یہ اشارہ ہے انسان کے ارذل عمر (بہت زیادہ عمر) کی طرف۔ جس میں جوانی اور قوت کے بعد بڑھاپا اور ضعف آجاتا ہے اور انسان کی عقل اور ذہن بچے کی طرح ہو جاتا ہے۔ بعض نے اس سے کردار کا وہ سفلہ پن لیا ہے جس میں مبتلا ہو کر انسان انتہائی پست اور سانپ بچھو سے بھی زیادہ گیا گزرا ہو جاتا ہے اور بعض نے اس سے ذلت و رسوائی کا وہ عذاب مراد لیا ہے جو جہنم میں کافروں کے لیے ہے۔ گویا انسان اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت سے انحراف کر کے اپنے کو احسن تقویم کے بلند رتبہ و اعزاز سے گرا کر جہنم کے اسفل سافلین میں ڈال لیتا ہے۔

(۲) آیت ماقبل کے پہلے مفہوم کے اعتبار سے یہ جملہ مبینہ ہے' مومنوں کی کیفیت بیان کر رہا ہے اور دوسرے تیسرے مفہوم کے اعتبار سے' ماقبل کی تاکید ہے کہ اس انجام سے اس نے مومنوں کا استثنا کر دیا۔ (فتح القدیر)

(۳) یہ انسان سے خطاب ہے' زجر و توبیخ کے لیے۔ کہ اللہ نے تجھے بہترین صورت میں پیدا کیا اور وہ تجھے اس کے برعکس قعر مذلت میں بھی گرانے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں۔ اس کے بعد بھی تو قیامت اور جزا کا انکار کرتا ہے؟

(۴) جو کسی پر ظلم نہیں کرتا اور اس کے عدل ہی کا یہ تقاضا ہے کہ وہ قیامت برپا کرے اور ان کی دادرسی کرے جن پر دنیا میں ظلم ہوا۔ پہلے گزر چکا ہے کہ ایک ضعیف حدیث میں اس کا یہ جواب دینا منقول ہے۔ بَلَىٰ، وَأَنَا عَلَىٰ ذَٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ (الترمذی)

(۵) یہ سب سے پہلی وحی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت آئی جب آپ ﷺ غار حرا میں مصروف عبادت تھے۔ فرشتے نے آ کر کہا' پڑھ' آپ ﷺ نے فرمایا' میں تو پڑھا ہوا ہی نہیں ہوں' فرشتے نے آپ ﷺ کو پکڑ کر زور سے

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢	جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔[1] (۲)
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣	تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔[2] (۳)
الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤	جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا۔[3] (۴)
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥	جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔(۵)
كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝٦	سچ مچ انسان تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔(۶)
اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝٧	اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو بے پروا (یا تونگر) سمجھتا ہے۔(۷)
اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝٨	یقیناً لوٹنا تیرے رب کی طرف ہے۔(۸)
اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝٩	(بھلا) اسے بھی تو نے دیکھا جو بندے کو روکتا ہے۔(۹)
عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝١٠	جبکہ وہ بندہ نماز ادا کرتا ہے۔[4] (۱۰)
اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝١١	بھلا بتلا تو اگر وہ ہدایت پر ہو۔[5] (۱۱)

بھینچا' اور کہا پڑھ' آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس طرح تین مرتبہ اس نے آپ ﷺ کو بھینچا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے صحیح بخاری' بدء الوحی' مسلم' الایمان' باب بدء الوحی) اَقْرَأْ جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے وہ پڑھ۔ خَلَقَ' جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔

(۱) مخلوقات میں سے بطور خاص انسان کی پیدائش کا ذکر فرمایا جس سے اس کا شرف واضح ہے۔

(۲) یہ بطور تاکید فرمایا اور اس میں بڑے بلیغ انداز سے اس اعتذار کا بھی ازالہ فرما دیا' جو آپ ﷺ نے پیش کیا کہ میں تو قاری ہی نہیں۔ اللہ نے فرمایا' اللہ بہت کرم والا ہے پڑھ' یعنی انسانوں کی کوتاہیوں سے درگزر کرنا اس کا وصف خاص ہے۔

(۳) قَلَمٌ کے معنی ہیں قطع کرنا' تراشنا' قلم بھی پہلے زمانے میں تراش کر ہی بنائے جاتے تھے' اس لیے آلۂ کتابت کو قلم سے تعبیر کیا۔ کچھ علم تو انسان کے ذہن میں ہوتا ہے' کچھ کا اظہار زبان کے ذریعے سے ہوتا ہے اور کچھ انسان قلم سے کاغذ پر لکھ لیتا ہے۔ ذہن و حافظہ میں جو ہوتا ہے' وہ انسان کے ساتھ ہی چلا جاتا ہے۔ زبان سے جس کا اظہار کرتا ہے' وہ بھی محفوظ نہیں رہتا۔ البتہ قلم سے لکھا ہوا' اگر وہ کسی وجہ سے ضائع نہ ہو تو ہمیشہ محفوظ رہتا ہے' اسی قلم کی بدولت تمام علوم' پچھلے لوگوں کی تاریخیں اور اسلاف کا علمی ذخیرہ محفوظ ہے۔ حتیٰ کہ آسمانی کتابوں کی حفاظت کا بھی ذریعہ ہے۔ اس سے قلم کی اہمیت محتاج وضاحت نہیں رہتی۔ اسی لیے اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس کو تمام مخلوقات کی تقدیر لکھنے کا حکم دیا۔

(۴) مفسرین کہتے ہیں کہ روکنے والے سے مراد ابو جہل ہے جو اسلام کا شدید دشمن تھا۔ عَبْدًا سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۵) یعنی جس کو یہ نماز پڑھنے سے روک رہا ہے' وہ ہدایت پر ہو۔

أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿١٢﴾
یا پرہیزگاری کا حکم دیتا ہو۔[1] (۱۲)

أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٣﴾
بھلا دیکھو تو اگر یہ جھٹلاتا ہو اور منہ پھیرتا ہو تو۔[2] (۱۳)

أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿١٤﴾
کیا اس نے نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔[3] (۱۴)

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾
یقیناً اگر یہ باز نہ رہا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔[4] (۱۵)

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾
ایسی پیشانی جو جھوٹی خطاکار ہے۔[5] (۱۶)

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿١٧﴾
یہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے۔(۱۷)

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾
ہم بھی (دوزخ کے) پیادوں کو بلا لیں گے۔[6] (۱۸)

---

(۱) یعنی اخلاص، توحید اور عمل صالح کی تعلیم، جس سے جہنم کی آگ سے انسان بچ سکتا ہے۔ تو کیا یہ چیزیں (نماز پڑھنا اور تقویٰ کی تعلیم دینا) ایسی ہیں کہ ان کی مخالفت کی جائے اور اس پر اس کو دھمکیاں دیں جائیں؟

(۲) یعنی یہ ابو جہل اللہ کے پیغمبر کو جھٹلاتا ہو اور ایمان سے اعراض کرتا ہو أَرَأَيْتَ بمعنی أَخْبِرْنِي (مجھے بتلاؤ) ہے۔

(۳) مطلب یہ ہے کہ یہ شخص جو مذکورہ حرکتیں کر رہا ہے کیا نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے، وہ اس کی اس کو جزا دے گا۔ یعنی یہ أَلَمْ تَعْلَمْ مذکورہ شرطوں ﴿إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰى * أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوٰى﴾ ﴿إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾ کی جزا ہے۔

(۴) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی سے اور آپ ﷺ کو نماز پڑھنے سے جو روکتا ہے، اس سے باز نہ آیا لَنَسْفَعَنَّ کے معنی ہیں لَنَأْخُذَنَّ تو ہم اسے اس کی پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ حدیث میں آتا ہے ابو جہل نے کہا تھا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کعبے کے پاس نماز پڑھنے سے باز نہ آیا تو میں اس کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا۔ (یعنی اسے روندوں گا اور یوں ذلیل کروں گا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو فرشتے اسے پکڑ لیتے"۔ (صحیح البخاری، تفسیر سورۃ العلق)

(۵) پیشانی کی یہ صفات بطور مجاز ہیں، جھوٹی ہے اپنی بات میں، خطاکار ہے اپنے فعل میں۔

(۶) حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل گزرا تو کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے تجھے نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا تھا؟ اور آپ ﷺ سے سخت دھمکی آمیز باتیں کیں، آپ ﷺ نے کڑا جواب دیا تو کہنے لگا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تو مجھے کس چیز سے ڈراتا ہے؟ اللہ کی قسم، اس وادی میں سب سے زیادہ میرے حمایتی اور مجلس والے ہیں، جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اگر وہ اپنے حمایتیوں کو بلاتا تو اسی وقت ملائکہ عذاب اسے پکڑ لیتے۔ (ترمذی، تفسیر سورۂ اقرأ مسند أحمد، ۱/ ۳۲۹ و تفسیر ابن جریر) اور صحیح مسلم کے الفاظ ہیں کہ اس نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کی گردن پر پیر رکھنے کا ارادہ کیا کہ ایک دم

كَلَّا ۚ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ﴿١٩﴾

خبردار! اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا اور سجدہ کر اور قریب ہو جا۔ (۱۹)

سُورَةُ الْقَدْرِ

سورۂ قدر مکی ہے اور اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿١﴾

یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا۔ (۱) (۱)

وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿٢﴾

تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ (۲) (۲)

الٹے پاؤں پیچھے ہٹا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کرنے لگا' اس سے کہا گیا' کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ "میرے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان آگ کی خندق' ہولناک منظر اور بہت سارے پر ہیں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر یہ میرے قریب ہوتا تو فرشتے اس کی بوٹی بوٹی نوچ لیتے"۔ (کتاب صفۃ القیامۃ 'باب إن الإنسان لیطغی) الزَّبَانِيَة 'داروغے اور پولیس۔ یعنی طاقتور لشکر' جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

☆ اس سورت کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ میں بھی اختلاف ہے۔ قَدْرٌ کے معنی قدر و منزلت بھی ہیں' اس لیے اسے شب قدر کہتے ہیں' اس کے معنی اندازہ اور فیصلہ کرنا بھی ہیں' اس میں سال بھر کے لیے فیصلے کیے جاتے ہیں' اسی لیے اسے لَيْلَةُ الْحُكْمِ بھی کہتے ہیں' اس کے معنی تنگی کے بھی ہیں۔ اس رات اتنی کثرت سے زمین پر فرشتے اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ شب قدر یعنی تنگی کی رات' یا اس لیے یہ نام رکھا گیا کہ اس رات جو عبادت کی جاتی ہے' اللہ کے ہاں اس کی بڑی قدر ہے اور اس پر بڑا ثواب ہے۔ اس کی تعیین میں بھی شدید اختلاف ہے۔ (فتح القدیر) تاہم احادیث و آثار سے واضح ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔ اس کو مبہم رکھنے میں یہی حکمت ہے کہ لوگ پانچوں ہی طاق راتوں میں اس کی فضیلت حاصل کرنے کے شوق میں' اللہ کی خوب عبادت کریں۔

(۱) یعنی اتارنے کا آغاز کیا' یا لوح محفوظ سے اس بیت العزت میں' جو آسمان دنیا پر ہے' ایک ہی مرتبہ اتار دیا' اور وہاں سے حسب وقائع نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتا رہا تا آنکہ ۲۳ سال میں پورا ہو گیا۔ اور لیلۃ القدر رمضان میں ہی ہوتی ہے' جیسا کہ قرآن کی آیت ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ (البقرۃ' ۱۸۵) سے واضح ہے۔

(۲) اس استفہام سے اس رات کی عظمت و اہمیت واضح ہے' گویا کہ مخلوق اس کی تہ تک پوری طرح نہیں پہنچ سکتی' یہ صرف ایک اللہ ہی ہے جو اس کو جانتا ہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝۳

شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔[1] (۳)

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝۴

اس (میں ہر کام) کے سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرائیل) اترتے ہیں۔[2] (۴)

سَلٰمٌ ۛ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝۵

یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے[3] اور فجر کے طلوع ہونے تک (رہتی ہے)۔(۵)

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ

سورۂ بینہ مدنی ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ

اہل کتاب کے کافر[4] اور مشرک لوگ[5] جب تک کہ

---

(۱) یعنی اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے اور ہزار مہینے ۸۳ سال ۴ مہینے بنتے ہیں۔ یہ امت محمدیہ پر اللہ کا کتنا احسان عظیم ہے کہ مختصر عمر میں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لیے کیسی سہولت عطا فرما دی۔

(۲) روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں، یعنی فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام سمیت، اس رات میں زمین پر اترتے ہیں، ان کاموں کو سرانجام دینے کے لیے جن کا فیصلہ اس سال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۳) یعنی اس میں شر نہیں۔ یا اس معنی میں سلامتی والی ہے کہ مومن اس رات کو شیطان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ یا فرشتے اہل ایمان کو سلام عرض کرتے ہیں، یا فرشتے ہی آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ شب قدر کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص یہ دعا بتلائی ہے «اللَّهُمَّ! إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي» (ترمذی أبواب الدعوات، ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافیۃ)

☆ اس کا دوسرا نام سورۂ لَمْ يَكُنْ بھی ہے۔ حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں سورۂ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ تجھے پڑھ کر سناؤں۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا اللہ نے آپ کے سامنے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا، "ہاں" جس پر (مارے خوشی کے) حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ (صحیح البخاری، تفسیر سورۃ لم یکن)

(۴) اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔

(۵) مشرک سے مراد عرب و عجم کے وہ لوگ ہیں جو بتوں اور آگ کے پجاری تھے۔ مُنْفَكِّيْنَ باز آنے والے، بَيِّنَةٌ (دلیل) سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی یہود و نصاریٰ اور عرب و عجم کے مشرکین اپنے کفر و شرک سے باز آنے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ ان کے پاس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن لے کر آ جائیں اور وہ ان کی ضلالت و جہالت بیان کریں اور انہیں ایمان کی دعوت دیں۔